حضرۃ مولانا پروفیسر محمد اشرف پشاور یونیورسٹی

سید الطائفہ مولانا سید سلیمان ندوی کا نظریہ دعوت و تبلیغ

۲

دین کی یہ تبلیغ و دعوت بھی جو سراسر علمی طریق ہے ۔ جہاد کی ایک قسم ہے ۔ اور اسی طریقہ دعوت کا نام "جہاد بالقرآن" ہے ۔ کہ قرآن خود اپنی آپ دلیل، اپنی آپ موعظت اور اپنے لیے آپ مناظرہ ہے ۔ قرآن کے ایک سچے عالم کو قرآن کی صداقت اور سچائی کے لیے قرآن سے باہر کی کسی چیز کی ضرورت نہیں ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی جہاد یعنی روحانی بیماریوں کی فوجوں کو شکست دینے کے لیے اس قرآن کی تلوار ہاتھ میں دی گئی ۔ اور اسی سے کفار و منافقین کے شکوک و شبہات کے پردے کو ہزیمت دینے کا حکم دیا گیا، ارشاد ہوا ۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (فرقان ۔ ۵)

تو کافروں کا کہنا نہ مان اور بذریعہ قرآن کے توان سے جہاد کر، بڑا جہاد،

"بذریعہ قرآن کے جہاد کر یعنی قرآن کے ذریعہ سے توان کا مقابلہ کر" اس قرآنی جہاد و مقابلہ کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کبیر "بڑا جہاد" اور بڑے زور کا مقابلہ فرمایا ہے ۔ اس سے اندازہ ہوگا ۔ کہ اس جہاد بالعلم کی اہمیت قرآن کی نظر میں کتنی ہے ۔ علما نے بھی اس اہمیت کو محسوس کیا ہے ۔ اور اس کو جہاد کا مہتم بالشان درجہ قرار دیا ہے ۔ امام ابوبکر رازی حنفیؒ نے احکام القرآن میں اس پر لطیف بحث کی ہے ۔ اور لکھا ہے ۔ کہ جہاد بالعلم کا درجہ جہاد بالنفس اور جہاد بالمال دونوں سے بڑھ کر ہے ۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے ۔ کہ حق کی حمایت اور دین کی نصرت کے لیے عقل، فہم، علم اور بصیرت حاصل کرے اور ان کو اس راہ میں صرف کرے، اور وہ تمام علوم جو اس راہ میں کام آسکتے ہوں ۔ ان کو اس لیے حاصل کرے کہ اُن سے حق کی اشاعت اور دین کی مدافعت کا فریضہ انجام پائے گا ۔ یہ علم کا جہاد ہے جو اہل علم پر فرض ہے ۔

'جہاد بالعلم' اور دین کی تعلیم و تبلیغ کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے ۔ کہ مسلمان دین کے لیے اپنی جان و مال اور استعدادوں کو اس راہ میں صرف کریں"

ایک مرتبہ دین سے مسلمانوں کی موجودہ غفلت اور دینی تعلیم و تبلیغ سے لاپرواہی اور صاحب بصیرت و عزیمت علماء اور خادمان دین کی کمی کا تذکرہ کرتے ہوئے حسرت سے فرمایا ۔

"جہاں ہزاروں کالج اور اسکول ہیں، وہاں عربی کے مدارس قلیل ہیں ۔ پھر ان کی مالی حالت کیا ہے

جب اس کا رواج تھا، ہزاروں پڑھتے تھے اور ذہانت و دیانت کی بنا پر پچاسوں کام کے نکلتے تھے۔ اب ان مدارس میں جاتے ہی کتنے ہیں۔ تمام بڑے بڑے خاندان جن میں صلاحیت ہے۔ انگریزی پڑھ رہے ہیں۔ اور دینی تعلیم سے پوری غفلت برت رہے ہیں۔ عام طور سے لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی منصب اور ملازمت بنا رکھا ہے، غیر اقوام میں مالدار خاندانوں کے لوگ اعلیٰ تعلیم پانے کے بعد مشنری کا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اور اسے تبلیغ مسیحیت کا ذریعہ بناتے ہیں، کوئی مسلمان ڈاکٹر ہے جو ملت کی سربستری کے لیے اپنے کو صرف کر رہا ہو۔" ہمیں تو ایسے اشخاص کی ضرورت ہے، کہ اعلیٰ تعلیم پانے کے باوجود دین کی خدمت کے لیے اپنے کو وقف کر سکیں۔"

ایک سفر کے دوران میں کچھ اٹالین مشنری ہم سفر ہو گئے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ان سے رومن کیتھولک عقائد کے متعلق بات چیت کرتے رہے۔ بعد میں مجھ سے فرمایا "یہ مشنری روما سے پنجاب میں مسیحیت کی تبلیغ کرنے کے لیے آتے ہیں اور پنجابی زبان سیکھی، ہم میں سے کوئی ہے، کہ اطالوی زبان سیکھی ہو۔ اور وہاں اسلام کی دعوت دینے کے لیے گیا ہو"

اپنے عزیز و محبوب شاگرد مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کو لکھتے ہیں۔

"آپ کے ذاتی حالات اور ارادے معلوم نہیں، میری آرزو سوائے اس کے کچھ نہیں ہے۔ کہ یہ ہیچمدان اپنے مخصوصین اور محبین کو دین کی طلب اور خدمت دین میں مصروف دیکھے۔ آپ نے جو باتیں لکھی ہیں، ان سب سے فائدہ کی امید ہے . . . میں تو اپنے کو عمر کی آخری منزل میں سمجھتا ہوں ساٹھ سے جو اوپر ہوا ہے اس کی عمر کا پیالہ لبریز ہی سمجھیے۔ اگر کوئی مسلمان کا سرمایہ ہے تو آپ جیسے چند محبین کا وجود ہے۔ استاذ مرحوم نے اگر دو تین یادگاریں چھوڑیں جنہوں نے ان کے کاموں کو چلایا۔ تو مجھ جیسے ننگِ سلف کے بعد بھی کچھ خدام دین و ملت باقی ہیں کہ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا" کا مژدہ تقویت روح کا باعث ہو۔ سلف کی راہ سے سرمو تجاوز نہ ہو، یہی اپنی وصیت ہے۔ اور یہی زندگی کی آخری فرمائش۔"

حضرت سیدی قدس سرہ کے ایک خادم کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کے ساتھ کچھ وقت تبلیغ و دعوت میں صرف کرنے اور پیدل سفر کرنے کی سعادت بخشی، حضرت کو معلوم ہوا تو گرامی نامہ میں تحریر فرمایا۔

"مبارک ہو کہ آپ نے دین کی خدمت کے لیے اپنے پاؤں کو گرد آلود کیا۔

ایک جا رہتے ہیں عاشق بدنام کہیں — دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں

دوسرے موقع پر فرمایا: "جوان ہوتا، تو میں بھی ان پیدل سفروں میں شریک ہوتا، پیدل کے دینی قافلوں کی مشابہت و نسبت صحابہ کرام سے ہے۔" (او کما قال)

یہی صاحب جب ایک دوسری جماعت کو رخصت کرنے گئے، جو حج کے لیے پیدل جا رہی تھی اور خدمت اقدس میں دیر سے آنے کی وجہ اس جماعت کی مشایعت بیان کی تو ارشاد فرمایا۔ میرا ایک شعر ہے۔ ؎

کچھ تو ہم رنگیٔ مستاں بھی ہے حاصل لیکن — جو شش و لغزشِ رفتار کہاں سے لاؤں

اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے، جو قدم اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے اٹھائے جاتے ہیں۔ ان پر ثواب ہے حدیث میں ثواب آیا ہے، ان کا ماخذ قرآن ہے۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ .... اِلٰى ..... وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (التوبہ ۔ ۱۵) اور وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (نسا ۔ ۱۴)

حضرت سید الملۃ رح کی تمام عمر دینی خدمت میں گذری، اس شہید علم و دین کے تبلیغی جذبہ کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار تھے۔ تنفس کا شدید عارضہ تھا، ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے کی ممانعت کر رکھی، اسی دوران میں تبلیغی حضرات کا ایک اجتماع لائلپور میں منعقد ہونے والا تھا، حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تبلیغی حضرات نے راقم کے ذریعے اجتماع میں شرکت کی درخواست کی، فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے، میں تو بیمار ہوں، اس بنا پر انہیں میری معذوری کی اطلاع کر دیجئے، لیکن کچھ دیر بعد خود ہی برادرم سید سلمان سلمہٗ کو فرمایا کہ میرے سفر کا سامان درست کیجئے۔ اور راقم سے مخاطب ہو کر فرمایا "وہ اپنے لیے تھوڑا ہی بلا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت ہے۔ اس لیے انکار نہیں کر سکتا۔ اور اسی بیماری اور ضعف کی حالت میں اسلام کا یہ جواں ہمت سپاہی دین کی خدمت کے لیے آمادہ سفر ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ اسی سفر کے دوران میں تبلیغی جماعتوں کو رخصت کرتے وقت آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

"اے اللہ جس طرح تو نے اس امت کے پہلے حصہ سے (دین کی خدمت کا) کام لیا۔ اسی پچھلے حصہ سے بھی کام لے لے۔ اور ہمیں ضائع نہ فرما۔"

کراچی سے ایک تبلیغی جماعت تبلیغ وحج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے پیدل روانہ ہوئی، حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ان غرباء کے قافلہ کو بڑی رقت آمیز دعاء کے ساتھ رخصت فرمایا۔ اور بعد میں ان کے امیر کو یہ خط لکھا۔

کراچی۔ ۵ ۱۴ جنوری ۱۹۵۳ء۔

بخدمت مکرمی جناب میاں جی عادل صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ لوگوں کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں، دل سے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے رفقاء کو اتباع مرضیات کی توفیق عنایت فرماویں۔ اور بخیریت منزل مقصود تک پہنچائیں، آپ لوگ اس وقت بفضلہ تعالیٰ ایک بڑے مقصد کے لیے سفر کر رہے ہیں۔ اس راہ کا توشہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور مسلمانوں پر شفقت ہے۔ آپ لوگ اس وقت اسلام کے پیغامبر اور قاصد اور اللہ تعالیٰ کے داعی ہو کر نکلے ہیں۔ سلامتی اور محبت کا یہ پیغام مسلمانوں میں پھیلاتے ہوئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے مسلمانوں کا دل بڑھاتے اپنے راستے کو طے کریں، ذکر و شکر الٰہی ہر وقت جاری رہے۔ میری اور سب کی طرف سے سب کو سلام مسنون پہنچائیں۔ والسلام۔ سید سلیمان ندوی

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت میں اپنے متوسلین کی شرکت مستحسن سمجھتے تھے، ایک طالب جنہیں حضرت کی رائے اس سلسلہ میں معلوم نہ تھی، اپنے علاقے کی جماعتوں کے امیر الامراء بنا دیئے گئے۔ ان کے استفسار پر حضرت والا نے ارقام فرمایا۔

"جی ہاں اس جماعت سے میرا قدیم سے تعلق ہے۔ وہاں (ہندوستان میں) بھی تھا اور یہاں (پاکستان میں) بھی ہے۔ آپ کو کوفت اور پس وپیش لفظ امیر الامراء کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے ہے کہ آپ اس کو عہدہ اور منصب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ فرائض کی بجاآوری اور خدمات کی چیز ہے، آپ امیر الامرا کو خادم الخدام کے معنوں میں سمجھیں تو کوفت لفظوں سے نہ ہوگی، اس صورت میں فرائض کے بار عظیم سے گھبراہٹ ہو سکتی ہے، اور وہ بجا ہے۔ مگر اس سے کبر وغرور کا شائبہ پیدا نہ ہوگا۔ اگر آپ خلوص اور تواضع کے ساتھ اس جماعت کی خدمت انجام دے سکیں تو قبول کرلیں...." اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت دیں۔ اس تبلیغی سلسلہ میں صرف ایک احتیاطی تنبیہ کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ غیر کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح پر نظر رہے۔ اور غیر کی اصلاح کی فکر بھی اپنی ہی اصلاح اور حصول اجر کی خاطر ہو، تفوق اور دینی

بڑائی کا خیال بھی نہ آئے ۔"

ایک اور طالب نے پوچھا مولانا الیاسؒ اور ان کی جماعت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، تحریر فرمایا۔ اچھی رائے ہے ۔"

ایک صاحب نے لکھا "الحمد للہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کچھ نہ کچھ وقت گذار دیتا ہوں" اس کے جواب میں ارقام فرمایا "نیک لوگوں کی صحبت بہت مفید ہے ۔

ایک دوسرے طالب نے لکھا کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور اصلاح کی نیت سے مولانا الیاس کاندھلوی کی مبلغین کی جماعتوں کے ساتھ جاتا ہوں ۔" جواباً تحریر فرمایا ۔ اس صحبت کو جاری رکھیے ۔

دوسرے خط میں ان ہی کو ارقام فرمایا ۔" آپ جماعت کے ساتھ کام تو کریں ۔ مگر نظر اپنے اوپر ہو۔ اور اپنی درستی کی نیت ہو ۔"

حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی کو اس سلسلہ تبلیغ کے متعلق تحریر فرمایا ۔

" اب ضرورت ندوہ کی روح کی تربیت اور نشو و نما کے کام پر غور کرنے کی ہے ۔ جس کے لیے آپ کی موجودگی کی سخت حاجت ہے ..... ، مدرسہ لکھنؤ اور اودھ کی اہمیت ابھی پوری طرح شاید سمجھی نہیں گئی جمعرات والی جماعت کا سلسلہ بند ہے، اور اطراف میں وفود کا کام التوا میں ہے، طلبہ میں اسی وجہ سے دینی تبلیغی روح کے اضمحلال کا اندیشہ ہے ۔ خصوصاً موجودہ سیاسی انتشار میں ان کو کسی دینی کام میں نہ لگائے رکھا گیا ۔ تو ڈر ہے کہ دماغ کسی اور طرف متوجہ ہو جائیں ۔ امید ہے کہ اس کی اہمیت پوری طرح آپ سمجھتے ہیں ۔"

دوسرے گرامی نامہ میں انہیں کو ارقام فرماتے ہیں ۔

" میری شرکت کو جو جماعت تبلیغ کے کاموں میں حجاز میں (رہوئی) آپ صاحبوں نے بڑی اہمیت دی، مولانا یوسف صاحب اور مولانا ذکریا صاحب تک نے اس کے لیے شکریئے ادا کیے اور دعائیں دیں، دعائیں تو ٹھیک ہیں کہ میں ان کا محتاج ہوں ۔ مگر شکریہ کس بات کا، کوئی نماز پڑھے تو اس کا شکریہ ادا کیا جائے گا یہ میں نے اس لیے لکھا کہ بعض لوگوں نے ایسا کیا ہے ۔"

برادر طریق مولوی غلام محمد صاحب نے حیدر آباد میں اپنے محلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے طرز پر تبلیغی کام کا آغاز فرمایا ۔ اور حضرت والا قدس سرہٗ کو اطلاع دی اور استقامت کی دعا کی درخواست کرتے ہوئے یہ بھی تحریر فرمایا کہ

" متذکرہ کام میں تفہیم و تقریر کے لیے احقر کو مجبور کیا جاتا ہے ..... احقر کا رجحان تو تبشیر سے زیادہ تنذیر

کی طرف مائل ہے ۔ مگر فی زمانہ کس پہلو کو غالب رکھنا اولیٰ ہے؟ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارقام فرمایا "ضرورت اسی کی ہے ۔ کہ سیاست سے بے پروا ہو کر دین کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ اخلاص کے ساتھ اس کام کو جاری رکھیں ۔ اور کبھی اس میں اپنے اندر استکبار اور دوسروں کے باب میں استحقار نہ آنے دیں ۔ اگر ایسا ہونے لگے تو کچھ دن کام چھوڑ دیا جائے ۔"

(تبشیر و تنذیر کے متعلق سوال کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے) کچھ حرج نہیں مگر ان اجری الا علی اللہ کے سوا کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہ ہو ۔ تبشیر اور انذار کا کلیہ قاعدہ کوئی نہیں ۔ اشخاص زیر دعوت کے حالات پر منحصر ہے ۔ بہرحال تبشیر کو ترجیح ہے ۔" (تذکرہ سلیمان صفحہ ۵۵۷، ۵۵۸)

ایک دوسرے گرامی نامہ میں برادر موصوف ہی کو تحریر فرماتے ہیں ۔

"پچھلے خطوں کو جو آپ کے پاس ہوں ۔ تو دوبارہ پڑھیں ۔ مکی زندگی سے پہلے مدنی زندگی بمشکل کامیاب ہو سکتی ہے ۔ اور پچھلے فرسودہ نظام زندگی کی بنیاد پر تجدید کی دیواریں کھڑی نہیں ہو سکتی ہیں ۔

خود مسلمان بننا دوسرے مسلمانوں کو مسلمان بننے کی دعوت دینا وقت کی اہم پکار ہے ۔ اور اس فرض کو نفرت کی بجائے محبت کے جذبہ سے انجام دینا سب سے اہم ہے ۔ جس کے سامنے آپ دعوت پیش کرتے ہیں ۔ اس پر شفقت اور اس سے محبت دعوت کا محرک ہو تب ہی وہ کامیاب ہو سکتی ہے جیساکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہے ۔ اور قرآن کریم بھی اس کی شہادت دیتا ہے ۔

لا تحزن، لا یحزنک قولھم اور ولا تک فی ضیق مما یمکرون اور عزیز علیہ ما عنتم وغیرہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ منشائے دعوت شفقت پر کفار تھی ۔ کہ داعی اور مدعو نہ ملیں گے اور ایک کو دوسرے سے دلی لگاؤ پیدا نہ ہوگا ۔ تو ایک دل سے دوسرے دل کی طرف تاثیر منتقل نہیں ہو سکتی ۔"

(تذکرہ سلیمان صفحہ ۵۷۶)

دینی دعوت کے مختلف طریقے

تاہم حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی وسعت نظر، باریک بینی و جامعیت دینی خدمت اور تبلیغ و دعوت کو کسی ایک خاص طرز میں منحصر نہیں سمجھتی تھی فرماتے تھے ۔ "دین کی خدمت کی راہیں مختلف ہو سکتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اخلاص ہو اور سلف کی راہ سے سر مو تجاوز نہ ہو، گو قدیم جوہر کی بقا کے ساتھ جدید نقش و نگار سے پرہیز نہیں لیکن اگر یہ جدید نقش و نگار اصل قدیم جوہر کو فنا کر دے تو اس نقش و نگار سے بے نقش ہی رہنا اچھا ہے فرماتے تھے ۔ یہی اپنی وصیت ہے اور یہی زندگی کی آخری فرمائش ۔

چنانچہ ارقام فرماتے ہیں ۔..... "رجوع الی الاسلام کی بعض تحریکیں اس وقت قائم ہیں اور جس طرح

(بقیہ صفحہ ۳۴ پر)